قرآنی معاشرے میں دہشت گردی لوٹ مار قتل وغارت کے سد باب ذرائع

حبیبہ حسن[1]

خلاصہ

زیر نظر مقالہ ''قرآنی معاشرے میں دہشت گردی، لوٹ مار، قتل وغارت کے سد باب کے ذرائع'' ایک تحقیقی و تجزیاتی کاوش ہے جس میں میں نے موجودہ معاشرتی بگاڑ، بالخصوص دہشت گردی اور ظلم وفساد کے خلاف قرآن مجید کی رہنمائی کو بنیاد بنایا ہے۔ مقالے میں وضاحت کی گئی ہے کہ قرآن مجید صرف ایصالِ ثواب کی کتاب نہیں بلکہ مکمل ضابطۂ حیات ہے، جو ہر دور کے انسان اور معاشرے کو ہدایت فراہم کرتا ہے۔ پہلے باب میں قرآن اور معاشرے کا لغوی، اصطلاحی اور اسلامی تناظر میں تعارف پیش کیا گیا ہے۔ ساتھ ہی قرآنی معاشرے کی علامتیں جیسے عدل و انصاف، خدا کی حاکمیت، انسانی مساوات اور احترامِ انسانیت بیان کی گئی ہیں۔ دوسرے باب میں انسانی جان و مال کے تقدس پر گفتگو کی گئی ہے، جہاں نہ صرف مسلمانوں بلکہ غیر مسلموں کے جان ومال کے تحفظ کی قرآنی تعلیمات کو اجاگر کیا گیا ہے۔ تیسرا باب قرآنی سوسائٹی میں دہشت گردی، قتل وغارت اور لوٹ مار کی روک تھام کے عملی ذرائع پر مشتمل ہے، جن میں تعلیم و تربیت، تزکیہ نفس، عدل وانصاف کا قیام، فرقہ واریت کا خاتمہ، شرعی حدود کا نفاذ، اچھے حکمرانوں کا انتخاب اور اللہ کا ذکر جیسے نکات شامل ہیں۔ میرے مطابق جب تک قرآن کو بطور آئین اپنایا نہ جائے، معاشرے میں پائیدار امن قائم نہیں ہو سکتا۔ تحقیق کا مرکزی نکتہ یہی ہے کہ قرآنی اصولوں کے مطابق نظامِ زندگی اپنانے سے ہی معاشرہ ظلم وفساد سے پاک ہو سکتا ہے۔

اہم الفاظ: معاشرہ، دہشت گردی، قتل، لوٹ مار، سد ذرائع، قرآن

مقدمہ

[1]۔ ریسرچ سکالر، المصطفیٰ انٹر نیشنل یونیورسٹی

تمام تعریفیں اُس خدا کے لیے جو تمام مخلوقات کا خالق و مالک ہے جس نے ہمیں عدم سے وجود بخشا اور درود ہو محمدؐ و آل محمدؐ پر جو تمام مخلوقات کے لیے نمونہ عمل ہیں۔ قرآن مجید تمام مخلوقات کے لیے نمونہ عمل ہے ور اس میں ذرہ برابر شک نہیں خود قرآن میں ارشاد ہے: ذٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ ۛ فِيهِ هُدًى لِلْمُتَّقِينَ[1]

۲۔ یہ کتاب، جس میں کوئی شبہ نہیں، ہدایت ہے تقویٰ والوں کے لیے۔

قرآن مجید آسمانی کتاب جس میں ہر چیز کا ذکر موجود ہے اور یہ کتاب ہر زمانے اور ہر طبقہ کے لیے ہدایت کا ذریعہ ہے۔ خود قرآن میں ارشاد ہے هُدًى لِّلنَّاسِ[2] یہی وہ مکمل دستور حیات ہے، جس کی ابدیت و آفاقیت کو کبھی زوال نہیں اور یہ کتاب تمام آسمانی کتابوں کا مجموعہ ہے۔ قرآن کریم لاثانی کتاب ہے۔

آج کل دنیا میں ظلم و جور، فسادات کا عام ہونا یہ اسی وجہ سے ہے کہ معاشرے میں قرآن اور اس کی تعلیمات کو نظر انداز کیا جا رہا ہے۔ قرآن کو فقط مرحومین کے ایصال ثواب کے لیے پڑھتے ہیں، یا اونچی جگہ پر رکھ کر سمجھتے ہیں کہ اس کا حق ادا ہو گیا جب کہ قرآن ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جو ہر دور میں ہر فرد کے لیے نمونہ عمل ہے۔

باب اول: کلیات و مفاہیم شناسی

بحث اول: قرآن کا تعارف

قرآن پاک کی شان میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

وهو حبل الله المتين وهو الذكر الحكيم۔۔۔[3]

---

[1]۔ سورہ بقرہ: ۲

[2]۔ سورہ بقرہ/۱۸۵۔

[3]۔ محمد بن عیسی ترمذی (مترجم: بدیع الزمان)، سنن ترمذی، (لاہور: اسلامی کتب خانہ، بی تا،) جلد ۲، ص ۲۷۰؛ علی بن محمد لیثی واسطی، عیون الحکم والمواعظ، (قم: دار الحدیث، چاپ: اول، ۱۳۷۶ش،) ص ۵۱۳؛ محمد بن مسعود عیاشی، تفسیر العیّاشی، (تہران: المطبعة
العلمیة، چاپ: اول، ۱۳۸۰ق،) ج۱، ص ۳؛ نعمان بن محمد مغربی، شرح الأخبار فی فضائل الأئمة الأطہار علیہم السلام، (قم: جامعہ مدرسین، چاپ: اول، ۱۴۰۹ق،) ج ۲، ص ۳۱۰۔

وہ اللہ کی مضبوط رسی ہے اور وہ محکم ذکر ہے۔

حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآن کی فضیلت بیان کرتے ہوئے ایک اور جگہ فرمایا:

إِنَّ هَذَا الْقُرْآنَ هُوَ حَبْلُ اللَّهِ وَ هُوَ النُّورُ الْمُبِينُ وَ الشِّفَاءُ النَّافِعُ فَاقْرَءُوهُ فَإِنَّ اللَّهَ يَأْجُرُكُمْ عَلَى تِلَاوَتِهِ بِكُلِّ حَرْفٍ عَشْرَ حَسَنَاتٍ أَمَا إِنِّي لَا أَقُولُ الم حَرْفٌ وَاحِدٌ وَلَكِنْ أَلِفٌ وَلَامٌ وَمِيمٌ ثَلَاثُونَ حَسَنَةً۔[1]

بے شک یہ قرآن اللہ کی رسی ہے۔۔۔ بے شک اللہ تمہیں اس کے ہر حرف کی تلاوت کرنے کے بدلے دس نیکیاں دے گا میں نہیں کہتا کہ الم ایک لفظ ہے لیکن الف، لام، میم کے بدلے تیس نیکیاں عطا کرے گا۔

حضرت علیؑ قرآن کی شان میں فرماتے ہیں:

فَالْقُرْآنُ آمِرٌ زَاجِرٌ وَ صَامِتٌ نَاطِقٌ حُجَّةُ اللَّهِ عَلَى خَلْقِهِ أَخَذَ عَلَيْهِ مِيثَاقَهُمْ وَ ارْتَهَنَ عَلَيْهِمْ أَنْفُسَهُمْ أَتَمَّ نُورَهُ وَ أَكْمَلَ بِهِ دِينَهُ[2]

قرآن اچھائیوں کا حکم دینے والا، برائیوں سے روکنے والا، بظاہر خاموش اور بباطن گویا اور مخلوقات پر اللہ کی حجت ہے کہ جس پر عمل کرنے کا اس نے بندوں سے عہد لیا ہے اور ان کے نفسوں کو اس کا پابند بنالیا ہے۔ اس کے نور کو کامل اور اس کے ذریعہ سے دین کو مکمل کیا ہے۔

پس قرآن مجید انسان کی ہدایت کا سر چشمہ ہے جو بھی اس سے متمسک رہا وہ کامیاب ہوا۔

بحث دوم: معاشرے کا تعارف

مطلب اول: معاشرہ لغت میں

معاشرے کو عربی زبان میں جامعہ کہا جاتا ہے۔ اس کی اصل (جمع) جس کے معنی ہے اکھٹا کرنا جیسے کہا جاتا ہے کہ جمعت الشئ میں نے شئے کو جمع کیا اور مکہ کو جمع کہا جاتا ہے کیونکہ اس میں لوگوں کا اجتماع

[1] ۔ محمد بن محمد شعیری، جامع الأخبار، (نجف: مطبعۃ حیدریۃ، چاپ: اول، بی تا،) ص ۴۰۔
[2] ۔ محمد بن حسین شریف الرضی، نہج البلاغۃ (للصبحی صالح)، (قم: ہجرت، چاپ: اول، ۱۴۱۴ق) ص ۲۶۵؛ محمد باقر مجلسی، بحار الأنوار، (بیروت: دار إحياء التراث العربي، چاپ: دوم، ۱۴۰۳ق) ج ۸۹، ص ۲۰۔

ہوتا ہے اور اسی طرح روز جمعہ کو بھی لوگوں کے اجتماع کی وجہ سے جمعہ کہا جاتا ہے۔ایک شے کے دوسری شیئ کے ساتھ مل جانے کو اجتماع سے تعبیر کیا جاتا ہے۔[1]

جامعہ (ج: جوامع) یعنی طوق اور وہ زنجیر جو ہاتھ اور پاؤں میں باندھے جاتے ہیں اور (انسان کو) جکڑ دیتے ہیں۔[2]

لفظ جامعہ جامع کا مؤنث اور "جمع" کا اسم فاعل ہے اور لغت میں طوق، زنجیریں، جمع ہو جانا اور وہ زنجیر جو ہاتھوں اور گردن کو جکڑلے کو جامعہ کہتے ہیں۔[3]

پس ایک ساتھ مل جل کر رہنا، انسانی ماحول، جماعتی زندگی جس میں ہر فرد کو رہنے سہنے اور اپنی ترقی و بہبود کے لیے دوسروں سے واسطہ پڑتا ہے، معاشرہ کہلاتا ہے۔

مطلب دوم: معاشرہ اصطلاح میں

معاشرے کے لغوی معنی میں کہا جا چکا ہے کہ باہم مل جل کر رہنے اور مشترکہ انسانی ضروریات کے لیے جمع ہونے کو معاشرے یا اجتماعی زندگی کا نام دیا جاتا ہے۔ معاشرے کی چند اصطلاحی تعریفیں کی جا چکی ہیں۔

انسانوں کی وہ خاص حالت جس کی بنا پر وہ مشترکہ قانونی زندگی گزارتے ہیں۔[4]

انسانوں پر مشتمل وہ جماعت جو خاص قوانین، خاص آداب و رسوم اور خاص نظام کی حامل ہو اور انہی خصوصیات کے باعث ایک دوسرے سے منسلک اور ایک ساتھ زندگی گزارتی ہو معاشرہ کہلاتی ہے۔ دوسرے لفظوں میں معاشرہ انسانوں کے اس مجموعے کا نام ہے جو ضرورتوں کے جبری سلسلے میں اور عقائد، نظریات اور خواہشات کے زیر اثر ایک دوسرے میں مدغم ہیں اور مشترکہ زندگی گزارتے ہیں۔[5]

قرآنی معاشرے کی علامات:

---

[1] ۔ حسن مصطفوی، التحقیق فی کلمات القرآن الکریم، (تہران: مرکز الکتاب للترجمۃ والنشر، ۱۴۰۲ق،) ج ۲، ص ۱۲۶

[2] ۔ حسین بن محمد راغب اصفہانی، ترجمہ و تحقیق مفردات الفاظ قرآن، (تہران، چاپ: دوم، ۱۳۷۴ش،) ج ۱، ص ۴۱۱

[3] ۔ عبداللہ جوادی آملی، جامعہ در قرآن، (قم: مرکز نشر اسراء، چ: سوم ۱۳۸۹ھ ش،) ص ۲۶

[4] ۔ عبداللہ جوادی آملی، جامعہ در قرآن، ص ۲۶۔

[5] ۔ مرتضیٰ مطہری، تاریخ اور معاشرہ، (لاہور: شہید مطہری فاؤنڈیشن، بی تا،) ص ۱۰۔

اسلامی معاشرے سے مراد وہ معاشرہ ہے کہ جس میں تمام افراد معاشرہ پر اطاعت خداوند عالم کا حکم کارفرما ہو، یا بالالفاظ دیگر اس معاشرے کی تمام راہ وروش فرمان خدا کے مطابق ہو اور جیسا خدا نے فرمایا ہے، اس طرح ہو۔ کسی معاشرے میں خدا کی عبودیت کی علامتیں چند چیزوں میں آشکار ہوتی ہیں اور اگر یہ چیزیں ایک معاشرے میں نظر آئیں تو وہ معاشرہ خدا کی بندگی اور نظام الٰہی پر ہوگا۔

(۱) اس معاشرے میں بندگان خدا حکومت کرے، طاغوتی عناصر معاشرے پر مسلط نہ ہوں، جو اپنی دعوت دیتے ہیں، عوام کے لیے خدا کو نہیں بلکہ خود کو واجب الاطاعت سمجھتے ہیں۔

(۲) احکام الٰھی رائج ہو، عوام حکم خدا پر عمل کرے۔

(۳) کسی کا کسی پر امتیاز نہ ہو، یعنی کالے گورے، عرب عجم، فلاں قوم کو نہ دیکھا جائے۔

(۴) معاشرے میں عوام اور انسان کا احترام ہو۔

(۵) معاشرے میں عدل وانصاف قائم ہو۔

(۶) جہاد فی سبیل اللہ ہو۔[1]

بحث سوم: دہشت گردی کا تعارف

دہشت گردی (Terrorism) دو لفظوں کا مجموعہ ہے، دہشت یعنی خوف وہراس اور گردی گردش سے نکلا ہے جس کے معنی گھومنا پھرنا، بار بار چکر لگانا ہے۔ قرآن کریم میں دہشت گردی کے لیے لفظ "ارھاب" یا "فساد فی الارض" استعمال ہوا ہے۔

سیاسی مقاصد کے حصول یا کسی حکومت کو کسی کام پر مجبور کرنے کے لیے پُر تشدّد افعال کے استعمال کو Terrorism کہا جاتا ہے۔[2]

اس کی کوئی خاص تعریف نہیں بلکہ ہر ایک نے اپنے ذہن کے مطابق اس کی تعریف کی ہے، لیکن ارد گرد پر جب نظر دوڑائیں تو یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ معاشرے میں امن کا نہ ہونا اور قتل وغارت، ظلم و فساد، لوٹ مار وغیرہ کا ہونا دہشت گردی کہلاتا ہے۔

جہاد اور دہشت گردی میں فرق:

---

[1] علی الحسینی الخامنہ ای، (مرتبہ: مجاہد حسین حر)، توحید اور معاشرہ (لاہور: معراج کمپنی، بی تا)، ص ۳۲۔
[2] آکسفورڈ ڈکشنری

آج کل کے معاشرے کا ایک اور المیہ جہاد کے نام پر دوسروں کا قتل، لوٹ مار وغیرہ ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ معاشرے میں لوگوں کے لیے واضح کیا جائے کہ جس جہاد کا قرآنِ مجید میں ذکر ہے اُس سے مراد یہ نہیں کہ آپ اُٹھ کر کسی کو بھی بے گناہ قتل کر دیں، بلکہ وہ جہاد خدا اور دینِ الٰہی کے دشمنوں کے ساتھ ہے وہ بھی اُس وقت جب وہ دینِ اسلام کے لیے نقصان کا باعث ہوں۔ قرآن میں کافر ذمی اور غیر ذمی کا بھی ذکر ہے، اس لئے ضروری ہے کہ جہاد کا مفہوم لوگوں کو سمجھایا جائے۔ قرآن میں ارشاد ہوتا ہے:

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ قَالُوا إِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُونَ ﴿١١﴾
أَلَا إِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُونَ وَلَٰكِنْ لَا يَشْعُرُونَ ﴿١٢﴾[1]

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ زمین میں فساد برپا نہ کرو تو کہتے ہیں: ہم تو بس اصلاح کرنے والے ہیں۔ یاد رہے! فسادی تو یہی لوگ ہیں، لیکن وہ اس کا شعور نہیں رکھتے۔

آپ نے دیکھا ہوگا کہ فتنہ برپا کرنے والے اپنے عمل کو کبھی فساد نہیں سمجھتے بلکہ اسے اصلاح اور جہاد کا نام دیتے ہیں۔ آج یہی المیہ ہے کہ دہشت گردی، قتل و غارت گری اور فساد انگیزی کے مرتکب لوگ ظالمانہ کاروئیوں کو ملکی مفاد کے دفاع، اسلام کی حفاظت اور غیر ملکی جاحیت کے خلاف ردّ عمل کے عنوانات سے نوازتے ہیں۔

باب دوم: اپنی اور دوسروں کی جان و مال کی حفاظت

بحث اول: اپنی جان و مال کی حفاظت

خداوند متعال جو کائنات میں موجود تمام مخلوقات کا خالق ہے، وہ جب انسان کو خلق کرتا ہے تو خود کو "فَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ"[2] پس بابرکت ہے وہ اللہ جو سب سے بہترین خالق ہے۔ کہتا ہے اور وہ خدا چاہتا ہے کہ انسان کو جو زندگی عطا کی گئی ہے اُس کی وہ قدر کرے۔

مطلب اول: زندگی خدا کی نعمت

[1]۔ سورہ بقرہ/۱۲،۱۱۔
[2]۔ سورہ مومنون/۱۴۔

اللہ تعالی کے ہم پر بہت سے احسانات ہیں کہ جن کی ایک لمبی فہرست ہے جو نعمتوں کی شکل میں ہمیں ملی ہیں، ان میں سے ایک احسان زندگی اور اشرف المخلوقات بنانا ہے۔ اگر ہم خدا کی نعمتوں کا شکر ادا کرنا بھی چاہیں تو نہیں کر سکتے لیکن کم از کم ہم یہ کر سکتے ہیں کہ خدا کے بتائے ہوئے احکامات کے مطابق زندگی گزارے اور اس نعمت کی قدر کریں۔

قرآن مجید میں ارشاد ہے :

فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ[1]

پس (اے جن وانس!) تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے ؟

مطلب دوم: خودکشی حرام

جب یہ زندگی نعمت ہے پس اس کا خیال رکھا جائے اور شرعی حدود میں رہتے ہوئے اس کی ضروریات کو پورا کیا جائے اور اس نعمت کا شکر ادا کرنے کی کوشش کی جائے۔ تمام مکاتب فکر خودکشی کو اچھا فعل نہیں سمجھتے کیونکہ یہ جان خدا کی عطا کردہ ہے نہ کہ ہماری ذاتی ملکیت یا کسبی ملکیت، پس یہ امانت ہے اور اس امانت کو لوٹانا ہے۔ قرآن مجید میں بھی اِس بات کی طرف کئی مقامات پر اشارہ کیا گیا ہے جیسے مندرجہ ذیل آیات میں:

وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ وَأَحْسِنُوا إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ[2]

اور اپنے ہاتھوں اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو اور احسان کیا کرو، اللہ احسان کرنے والوں کو یقیناً پسند کرتا ہے۔

وَلَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا ﴿۲۹﴾وَمَنْ يَفْعَلْ ذَٰلِكَ عُدْوَانًا وَظُلْمًا فَسَوْفَ نُصْلِيهِ نَارًا وَكَانَ ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرًا[3]

اور تم اپنے آپ کو ہلاک نہ کرو، بے شک اللہ تم پر بڑا رحم کرنے والا ہے۔ ۳۰۔ اور جو شخص ظلم و زیادتی سے ایسا کرے گا ہم اسے (جہنم کی) آگ میں جھلسا دیں گے اور یہ کام اللہ کے لیے آسان ہے۔

---

[1] سورہ رحمٰن / ۱۳۔

[2] سورہ بقرہ / ۱۹۵۔

[3] سورہ نساء / ۲۹، ۳۰۔

اس طرح کی اور بہت سی آیات ہیں جو بتلاتی ہے کہ خود کو نقصان پہنچانا حرام ہے کیونکہ اس سے خدا کی دی ہوئی نعمت کو ضائع کرنا ہے۔ ہمیں شکر کرنے والوں میں ہونا چاہیے نہ کہ کفرانِ نعمت کرنے والوں میں سے بنیں۔

بحث دوم: مسلمانوں کی جان ومال کا احترام

جس طرح انسان اپنی جان ومال کی حفاظت کرتا ہے اسی طرح دوسروں کی بھی جان ومال کی حفاظت کرنا ضروری ہے۔ کسی کو حق نہیں کہ وہ دوسروں کی جان یا مال کو نقصان پہنچائے۔

مطلب اول: مومن کو اذیت دینے والا جہنم میں جائے گا

قرآنِ مجید میں واضح طور پر بتادیا ہے کہ جو اپنے مومن دینی بھائی کو اذیت پہنچاتا ہے اُس کا ٹھکانا جہنم ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَتُوبُوا فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِيقِ[1]

جن لوگوں نے مومنین اور مومنات کو اذیت دی پھر توبہ نہیں کی ان کے لیے یقینا جہنم کا عذاب ہے اور ان کے لیے جلنے کا عذاب ہے۔

وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيهَا[2]

اور جو شخص کسی مومن کو عمداً قتل کر دے تو اس کی سزا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر تمام لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا: تم (مسلمانوں) کے خون، اموال، عزتیں ایک دوسرے پر حرام ہے، اس دن (عرفہ)، اس شہر (مکّہ) اور اس مہینے (ذی الحجہ) کی مانند ہے۔۔۔ مسلمان کو گالی دینا فسق اور قتل کرنا حرام ہے۔[3]

بحث سوم: غیر مسلموں کی جان ومال کا تحفظ

---

[1] ۔ سورہ بروج/۱۰۔

[2] ۔ سورہ نساء/۹۳۔

[3] ۔ عبد الحمید بن ہبۃ اللہ ابن ابی الحدید، (محقق / مصحح: ابراہیم، محمد ابوالفضل)، شرح نہج البلاغۃ لابن ابی الحدید، (قم: مکتبۃ آیۃ اللہ المرعشی النجفی ۱۴۰۴ق)، ج۹، ص ۶۲۔

خدا اپنی مخلوقات سے بہت محبت کرتا ہے اور نہیں چاہتا کہ کوئی اس کی مخلوق کو اذیت پہنچائے، اس لئے بلاوجہ کسی بھی مخلوق کو یہ حق نہیں دیا کہ اُس کو کسی طرح کا نقصان پہنچائے۔ جس طرح مسلمان کی جان ومال کا تحفظ ضروری ہے اسی طرح غیر مسلمانوں کا بھی تحفظ ضروری ہے۔

وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ[1]

اور تم آپس میں ایک دوسرے کا مال ناجائز طریقے سے نہ کھاؤ۔

بحث چہارم: غیر مسلمانوں کے قتل کی ممانعت

قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے:

مِنْ أَجْلِ ذَٰلِكَ كَتَبْنَا عَلَىٰ بَنِي إِسْرَائِيلَ أَنَّهُ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا[2]

اسی وجہ سے ہم نے بنی اسرائیل پر یہ (حکم) مقرر کر دیا کہ جس نے کسی ایک کو قتل کیا جب کہ یہ قتل خون کے بدلے میں یا زمین میں فساد پھیلانے کے جرم میں نہ ہو تو گویا اس نے تمام انسانوں کو قتل کیا۔

اس آیت میں واضح طور پر بتایا گیا ہے کہ ایک انسان کا قتل پوری انسانیت کا قتل ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ انسان کی جان کی قیمت بہت زیادہ ہے۔

باب سوم: قرآنی معاشرے میں دہشت گردی لوٹ مار قتل وغارت کے سد باب کے ذرائع

قرآن مجید میں ہر خشک وتر کا ذکر ہے اسی لئے ہمیں چاہیے کہ ہم اپنے مسائل کے حل کے لیے اس کی طرف رجوع کریں۔ معاشرے میں رائج جرائم، دہشت گردی، لوٹ مار، قتل و غارت وغیرہ کو روکنے اور ختم کرنے کا بھی حل ہمیں اللہ کے کلام سے ہی ملے گا اور اگر معاشرے میں قرآنی ماحول رائج ہو جائے تو معاشرے میں موجود تمام مسائل ختم ہو جائیں گے۔ بعض چیزیں جن کی معاشرے میں رعایت کی جائے تو ان تمام فسادات کا خاتمہ ہو جائے گا ان میں سے بعض ہم یہاں ذکر کرتے ہیں:

تعلیم وتربیت:

---

[1] ۔ سورہ بقرہ/۱۸۸۔

[2] ۔ سورہ مائدہ/۳۲۔

ایک اہم کام معاشرے سے بدامنی کو مٹانے کے لیے وہ ہے علم کا نور، ایسا نور جو ظلم کی تاریکیوں پر چھا جائے۔ قرآن میں بھی اس بات پر زور دیا گیا ہے۔ ہمارے معاشرے کا ایک بڑا مسئلہ یہی ہے کہ ہم علم کی اہمیت سے ناواقف ہیں، ہم علم کو فقط ذریعہ آمد و رفت سمجھتے ہیں جبکہ ایسا نہیں یا علم کو ڈگری تک محدود رکھتے ہیں اور صنفِ نازک کو اس نور سے دور رکھتے ہیں جبکہ حدیث میں ہے:

قَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ وَ مُسْلِمَةٍ[1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: علم حاصل کرنا ہر مرد و عورت پر فرض ہے۔

ہمارا ایک مسئلہ یہ بھی ہے کہ ہم حدیث پڑھتے تو ہیں لیکن اس پر عمل نہیں کرتے۔

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ... أَكْثَرُ النَّاسِ قِيمَةً أَكْثَرُهُمْ عِلْماً وَ أَقَلُّ النَّاسِ قِيمَةً أَقَلُّهُمْ عِلْماً[2]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: لوگوں میں سب سے زیادہ فضیلت والا انسان وہ ہے جس کے پاس زیادہ علم ہو اور جس کے پاس کم علم ہو اس کہ اہمیت بھی کم ہوتی ہے۔

رب العزت نے بھی انسان کی تعلیم و تربیت پر بہت زور دیا اور اس کام کے لیے انبیاء کرامؑ اور پھر اماموںؑ کو بھیجا، یہاں تک کہ انسان کے دنیا میں آنے سے پہلے ہی اپنا خلیفہ حضرت آدمؑ کو بنا کر بھیجا۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ[3]

وہی ہے جس نے ناخواندہ لوگوں میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا جو انہیں اس کی آیات پڑھ کر سناتا ہے اور انہیں پاکیزہ کرتا ہے اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے جب کہ اس سے پہلے یہ لوگ صریح گمراہی میں تھے۔

---

[1]۔ منسوب بہ جعفر بن محمد، امام ششم علیہ السلام، مصباح الشریعۃ۔ بیروت، چ: اول، ۱۴۰۰ق، ص ۱۳۔

[2]۔ محمد بن احمد فتال نیشابوری، روضۃ الواعظین و بصیرۃ المتعظین، (قم: انتشارات رضی، چاپ: اول، ۱۳۷۵ش،) ج۱، ص۸۔

[3]۔ سورہ جمعہ/۲۔

احادیث میں بھی تعلیم و تربیت پر بہت زور دیا ہے خاص کر اسلامی تعلیم و تربیت پر جس طرح مندرجہ ذیل حدیث ہے:

جَابِرٌ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عليه السلام قَالَ: تَنَازَعُوا فِي طَلَبِ الْعِلْمِ وَ الَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَحَدِيثٌ وَاحِدٌ فِي حَلَالٍ وَ حَرَامٍ تَأْخُذُهُ عَنْ صَادِقٍ خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَ مَا حَمَلَتْ مِنْ ذَهَبٍ وَ فِضَّةٍ وَ ذَلِكَ أَنَّ اللَّهَ عَزَّوَجَلَّ يَقُولُ ما آتاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَ ما نَهاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا[1]

دینی علوم کو حاصل کرنے میں ایک دوسرے پر سبقت حاصل کرو۔ خدا کی قسم !جو شخص حلال و حرام کے بارے میں ایک حدیث بیان کرتا ہے وہ اس کے لیے دنیا، سونا اور چاندی سے بہتر ہے اور یہ وہی ہے کہ جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اللہ کا رسول جس کا حکم دے اسے بجالاؤ اور جس سے منع کرے اس سے پرہیز کرو۔

تعلیم کے ساتھ تربیت کہ یہ دونوں لازم اور ملزوم ہیں اگر ان میں سے ایک نہ ہو تو دوسرا ادھورا ہوتا ہے اس لئے ضروری ہے کہ تعلیم کے ساتھ ساتھ تربیت بھی ہو اور یہ کام بچوں سے شروع ہونا چاہئے کیونکہ ان کے ہاتھوں میں مستقبل ہے۔

تزکیہ نفس:

تعلیم و تربیت کے ساتھ ساتھ تزکیہ نفس بھی ضروری ہے قرآن مجید میں بھی جہاں تعلیم و تربیت کا ذکر ہے وہاں ساتھ ہی تزکیہ نفس کا بھی ذکر ہے جیسے مندرجہ بالا آیہ اور اس طرح کی اور بھی آیات ہیں۔ نیز انبیاء کرامؑ کی بعثت کا مقصد ہی تعلیم و تربیت اور تزکیہ نفس ہے۔ ایسا معاشرہ جس میں یہ تمام چیزیں موجود ہوں تو کس طرح اس معاشرے میں ظلم و فساد وغیرہ ہوں گے۔

قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكَّاهَا ﴿۹﴾وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسَّاهَا ﴿۱۰﴾[2]

بتحقیق جس نے اسے پاک رکھا کامیاب ہوا، اور جس نے اسے آلودہ کیا نامراد ہوا۔

---

[1]۔ محمد بن احمد ابن ادریس ، (محقق: احسن بن احمد و ابن مسیح)، السرائر الحاوی لتحریر الفتاوی (و المستطرفات)، (قم: دفتر انتشارات اسلامی وابستہ بہ جامعہ مدرسین حوزہ علمیہ ، ۱۴۱۰ق)، ج ۳، ص ۶۴۲۔

[2]۔ سورہ شمس/ ۱۰،۹۔

عدل و انصاف کا نفاذ:

کسی معاشرے میں دہشت گردی کا اصل سبب ظلم و ناانصافی ہے، جس طبقے پر ظلم ہو رہا ہوتا ہے اگر وہ ظلم کا مقابلہ نہیں کر پاتا اور انصاف کے دروازے بھی اُسے بند نظر آتے ہیں تو وہ غیر قانونی راستہ اختیار کر لیتا ہے جس سے معاشرے میں امن تباہ ہو کر رہ جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد:

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ[1]

یقیناً اللہ عدل اور احسان اور قرابتداروں کو (ان کا حق) دینے کا حکم دیتا ہے اور بے حیائی اور برائی اور زیادتی سے منع کرتا ہے۔ وہ تمہیں نصیحت کرتا ہے شاید تم نصیحت قبول کرو۔

ایک دوسرے کا احترام اور بھائی چارہ:

ایک اور ذریعہ معاشرے میں احترام اور بھائی چارے کی فضا کو عام کرنا ہے کیونکہ اگر انسان ایک دوسرے کی قدر کو جان جائے تو وہ کبھی بھی دوسرے کی جان و مال، عزت کی طرف آنکھ اُٹھا کر نہیں دیکھے گا۔

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ[2]

مومنین تو بس آپس میں بھائی بھائی ہیں، لہٰذا تم لوگ اپنے دو بھائیوں کے درمیان صلح کرا دو اور اللہ سے ڈرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر لوگوں کے درمیان اخوت کا رشتہ قائم کیا اور فرمایا کہ کسی گورے کو کسی کالے پر کسی عربی کو عجمی پر برتری نہیں۔

[1]۔ سورہ نحل/۹۰۔

[2]۔ سورہ حجرات/۱۰۔

ہم اپنے ارد گرد دیکھتے ہیں کہ روز بروز انسان کی اہمیت اور احترام کم بلکہ ختم ہوتا جارہا ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ اس کو برقرار رکھنے پر کام کیا جائے اور قرآنی طرزِ زندگی کو معاشرے میں رائج کیا جائے۔

فرقہ واریت کا خاتمہ:

معاشرہ کا ایک اور غم فرقہ واریت ہے جس کے باعث لوگوں میں تناؤ جاری رہتا ہے جبکہ کسی کو حق نہیں کہ دوسرے کے اعتقاد پر انگلی اُٹھائے ہر ایک اپنے عقل و فہم کے مطابق زندگی گزارے۔ کسی کو جبر و تشدّد سے دین کا پابند بنانا درست نہیں۔ قرآن میں بھی اس چیز کی طرف اشارہ ہے: لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ[1] دین میں کوئی جبر و اکراہ نہیں۔

جس طرح کسی کو حق حاصل نہیں کہ وہ دوسرے پر انگلی اُٹھائے اسی طرح کسی اور کے اعمال کے ہم ذمہ دار نہیں ہر ایک اپنے اعمال کا ثمر پائے گا، خداوند متعال اپنے رسول ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ آپ ﷺ لوگوں کو دین کی طرف دعوت دیں اس کے بعد وہ قبول کریں یا نہ کریں آپ ﷺ اس کے ذمہ دار نہیں۔

يَاأَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ[2]

اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور عورت سے پیدا کیا پھر تمہیں قومیں اور قبیلے بنا دیا تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو، تم میں سب سے زیادہ معزز اللہ کے نزدیک یقیناوہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ پرہیزگار ہے، اللہ یقیناخوب جاننے والا، باخبر ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا لَسْتَ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ إِنَّمَا أَمْرُهُمْ إِلَى اللَّهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوا يَفْعَلُونَ[3]

---

[1] سورہ بقرہ/۲۵۶۔

[2] سورہ حجرات/۱۳۔

[3] سورہ انعام/۱۵۹۔

جنہوں نے اپنے دین میں تفرقہ ڈالا اور گروہوں میں بٹ گئے بیشک آپ کا ان
سے کوئی تعلق نہیں ہے، ان کا معاملہ یقیناً اللہ کے حوالے ہے پھر وہ انہیں بتائے گا
جو کچھ وہ کرتے رہے ہیں۔

احکاماتِ الٰہی کی پیروی:

معاشرے کو قرآنی اور الٰہی بنایا جائے۔ جو احکامات پیغمبرؐ لائے ہیں ان کی پیروی کی جائے تاکہ معاشرے میں امن و آشتی پیدا ہو جیسا کہ خود ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ[1]

اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اور تم میں سے جو صاحبان امر ہیں
ان کی اطاعت کرو۔

اگر معاشرہ قرآن کے مطابق ہو تو اس میں موجود تمام تر برائیاں چاہے فردی ہو یا اجتماعی ختم ہو جائیں گی اور ایک بہترین اور مثالی معاشرہ جنم لے گا۔

اللہ کا ذکر:

معاشرے میں ذکر الٰہی کو عام کرنے سے بھی معاشرے سے برائیوں کا خاتمہ ہو سکتا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

اتْلُ مَا أُوحِيَ إِلَيْكَ مِنَ الْكِتَابِ وَأَقِمِ الصَّلَاةَ ۖ إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَىٰ عَنِ
الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ ۗ وَلَذِكْرُ اللَّهِ أَكْبَرُ ۗ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُونَ[2]

(اے نبی) آپ کی طرف کتاب کی جو وحی کی گئی ہے اس کی تلاوت کریں اور نماز
قائم کریں، یقیناً نماز بے حیائی اور برائی سے روکتی ہے اور اللہ کا ذکر سب سے بڑی
چیز ہے اور تم جو کرتے ہو اللہ اسے خوب جانتا ہے۔

قرآن میں ارشاد ہے:

الَّذِينَ آمَنُوا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوبُهُمْ بِذِكْرِ اللَّهِ ۗ أَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ
الْقُلُوبُ[1]

---

[1] ۔ سورہ نساء/۵۹۔
[2] ۔ سورہ عنکبوت/۴۵۔

(یہ لوگ ہیں) جو ایمان لائے ہیں اور ان کے دل یادِ خدا سے مطمئن ہو جاتے ہیں یاد رکھو! یاد خدا سے دلوں کو اطمینان ملتا ہے۔[1]

اچھا حاکم:

معاشرے سے فساد ختم کرنے کے لیے ضروری ہے کہ رہبر اور حاکم اچھا اور نیک ہو جو اسلامی تعلیمات کو عام کرے حدیث میں بھی ہے:

جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيهِ عليه السلام قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صِنْفَانِ مِنْ أُمَّتِي إِذَا صَلَحَا صَلَحَتْ أُمَّتِي وَ إِذَا فَسَدَا فَسَدَتْ أُمَّتِي قِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَ مَنْ هُمَا قَالَ الْفُقَهَاءُ وَ الْأُمَرَاءُ[2]

امام محمد باقرؑ نے فرمایا: رسولؐ خدا کا فرمان، میری امت میں دو گروہ ایسے ہیں جو اگر صالح ہو جائیں تو پوری امت صالح بن جائے گی اور اگر وہ خراب ہو جائیں تو پوری امت خراب ہو جائے گی، پوچھا گیا، وہ کون سے دو گروہ ہیں؟ تو آپؐ نے فرمایا: فقہاء (دین شناس) اور حکمران۔

شرعی حدود کا اجرا:

قرآن کریم فرقان حمید جو ہر زمانے اور ہر انسان کے لیے ہے، جہاں اس میں دیگر چیزوں کا ذکر ہے وہاں اس میں جرائم کی سزاوں کا ذکر بھی ہے۔ قرآنی معاشرے میں دہشت گردی کی روک تھام کے لیے ضروری ہے کہ صرف نام کا قرآنی معاشرہ نہ ہو بلکہ اس میں قرآن کے احکامات پر بھی عمل ہو جو سزائیں اس میں ذکر کی گئی ہے ان کو معاشرے میں رائج کیا جائے تاکہ لوگ جرائم کے مرتکب نہ ہوں اور معاشرے میں امن کی لہر دوڑے۔

يَا يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلَى الْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْأُنْثَىٰ بِالْأُنْثَىٰ فَمَنْ عُفِيَ لَهُ مِنْ أَخِيهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌ

---

[1]۔ سورہ رعد/۲۸۔

[2]۔ حسن بن علی ابن شعبہ حرانی، (محقق: علی اکبر غفاری)، تحف العقول، (قم: جامعہ مدرسین، ۱۴۰۴ / ۱۳۶۳ ق)، ص۳۵۔

بِالْمَعْرُوفِ وَأَدَاءٌ إِلَيْهِ بِإِحْسَانٍ ذَٰلِكَ تَخْفِيفٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ فَمَنِ اعْتَدَىٰ بَعْدَ ذَٰلِكَ فَلَهُ عَذَابٌ أَلِيمٌ[1]

اے ایمان والو! تم پر مقتولین کے بارے میں قصاص کا حکم لکھ دیا گیا ہے، آزاد کے بدلے آزاد، غلام کے بدلے غلام اور عورت کے بدلے عورت، ہاں اگر مقتول کے بھائی کی طرف سے قاتل کو (قصاص کی) کچھ چھوٹ مل جائے تو اچھے پیرائے میں (دیت کا) مطالبہ کیا جائے اور (قاتل کو چاہیے کہ) وہ حسن و خوبی کے ساتھ اسے ادا کرے، یہ تمہارے رب کی طرف سے ایک قسم کی تخفیف اور مہربانی ہے، پس جو اس کے بعد بھی زیادتی کرے گا، اس کے لیے دردناک عذاب ہے۔

جو لوگ قصاص کو جانوں کے تلف کرنے کا ارادہ اور جذبہ انتقام کا فروغ سمجھتے ہیں، ان کی نظر میں قصاص صرف قاتل اور مقتول تک محدود ہے جبکہ قصاص کا تعلق پوری انسانیت سے ہے اور اس قانون سے قتل و غارت میں کمی ہو جاتی ہے خواہ عملاً معاف ہو جائے یا دیت لے لی جائے نیز قصاص اندھا انتقام نہیں بلکہ ایک مہذب قانون ہے۔[2]

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ أَنْ يَقْتُلَ مُؤْمِنًا إِلَّا خَطَأً ۚ وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَأً فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ وَدِيَةٌ مُسَلَّمَةٌ إِلَىٰ أَهْلِهِ إِلَّا أَنْ يَصَّدَّقُوا ۚ فَإِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ عَدُوٍّ لَكُمْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ[3]

اور کسی مومن کو یہ حق نہیں کہ وہ کسی دوسرے مومن کو قتل کر دے مگر غلطی سے اور جو شخص کسی مومن کو غلطی سے قتل کر دے وہ ایک مومن غلام آزاد کرے اور مقتول کے ورثاء کو خونبہا ادا کرے مگر یہ کہ وہ معاف کر دیں، پس اگر وہ مومن مقتول تمہاری دشمن قوم سے تھا تو (قاتل) ایک مومن غلام آزاد کرے۔

---

[1]۔ سورہ بقرہ/۱۷۸۔

[2]۔ محسن علی نجفی، بلاغ القرآن، (اسلام آباد: دار القرآن الکریم، جامعہ الکوثر، ۱۴۳۷ھ، ۲۰۱۶۔

[3]۔ سورہ نساء/۹۲۔

اسی طرح ہر جرم کی سزا کو قرآن مجید نے ذکر کیا کہ اگر معاشرے میں ان کا اجرا کیا جائے تو ایک حد تک جرائم کا خاتمہ ہو سکتا ہے۔

قصاص میں زندگی ہے:

قصاص یعنی جان کے بدلے جان۔اس میں زندگی ہے کیونکہ اگر قاتل کو چھوڑ دیا جائے تو وہ دوبارہ اس فعل کو انجام دے گا لیکن اگر سزا دی جائے تو دوسروں کے لیے نصیحت ہے۔

وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيَاةٌ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ[1]

اور اے عقل والو! تمہارے لیے قصاص میں زندگی ہے،امید ہے تم (اس قانون کے سبب) بچتے رہو گے۔

نتیجہ

قرآن کریم آخری آسمانی کتاب ہے جس میں ہر زمانے کے لوگوں کے لیے ہدایت ہے اور ہر مسئلے کا حل اس میں موجود ہے۔اسی طرح دہشت گردی،لوٹ مار، قتل و غارت وغیرہ کے سد باب کے ذرائع بھی ہم قرآن سے لے سکتے ہیں۔پس اگر معاشرے میں ہم کی تعلیمات کوں تو معاشرے سے تمام ظلم وفساد کا خاتمہ ہو جائے گا۔

منابع

قرآن مجید

۱) حمد بن عیسی ترمذی (مترجم: بدیع الزمان)، سنن ترمذی،لاہور: اسلامی کتب خانہ، بی تا

۲) علی بن محمد لیثی واسطی، عیون الحکم والمواعظ، قم: دار الحدیث، چاپ: اول،۱۳۷۶ش

۳) محمد بن مسعود عیاشی، تفسیر العیّاشي، تہران: المطبعۃ العلمیۃ، چاپ: اول،۱۳۸۰ق

[1] سورہ بقرہ/۱۷۹۔

۴) نعمان بن محمد مغربی، شرح الأخبار في فضائل الأئمة الأطهار علیهم السلام، قم: جامعہ مدرسین، چاپ: اول،۱۴۰۹ق
۵) محمد بن محمد شعیري، جامع الأخبار، نجف: مطبعة حیدریة، چاپ: اول، بی تا
٦) محمد بن حسین شریف الرضي، نهج البلاغة (للصبحي صالح)، قم: ہجرت، چاپ: اول، ۱۴۱۴ق
۷) محمد باقر مجلسی، بحار الأنوار، بیروت: دار إحیاء التراث العربي، چاپ: دوم، ۱۴۰۳ق
۸) حسن مصطفوی، التحقیق فی کلمات القرآن الکریم، تہران: مرکز الکتاب للترجمة والنشر، ۱۴۰۲ق
۹) حسین بن محمد راغب اصفهانی، ترجمہ و تحقیق مفردات الفاظ قرآن، تہران، چاپ: دوم، ۱۳۷۴ش
۱۰) عبداللہ جوادی آملی، جامعہ در قرآن، قم: مرکز نشر اسراء، چ: سوم ۱۳۸۹ھ ش
۱۱) مرتضٰی مطہری، تاریخ اور معاشرہ، لاہور: شہید مطہری فاونڈیشن، بی تا
۱۲) آکسفورڈ ڈکشنری
۱۳) ابن أبي الحدید، عبدالحمید بن ہبۃ اللہ، (محقق / مصحح: ابراھیم، محمد ابوالفضل)، شرح نهج البلاغة لابن أبي الحدید، قم: مکتبة آیة اللہ المرعشي النجفي ۱۴۰۴ق
۱۴) منسوب بہ جعفر بن محمد، امام ششم علیہ السلام، مصباح الشریعة- بیروت، چ: اول، ۱۴۰۰ق
۱۵) محمد بن احمد فتال نیشابوری، روضة الواعظین و بصیرة المتعظین، قم: انتشارات رضی، چاپ: اول، ۱۳۷۵ش
۱٦) محمد بن احمد ابن ادریس، (محقق: احسن بن احمد و ابن مسیح)، السرائر الحاوي لتحریر الفتاوي (و المستطرفات)، قم: دفتر انتشارات اسلامی وابستہ بہ جامعہ مدرسین حوزہ علمیہ، ۱۴۱۰ق
۱۷) علی الحسینی الخامنہ ای، (مرتبہ: مجاہد حسین حر)، توحید اور معاشرہ لاہور: معراج کمپنی، بی تا
۱۸) حسن بن علی ابن شعبہ حرانی، (محقق: علی اکبر غفاری)، تحف العقول، قم: جامعہ مدرسین، ۱۴۰۴ / ۱۳٦۳ق
محسن علی نجفی، بلاغ القرآن، اسلام آباد: دار القرآن الکریم، جامعہ الکوثر، ۱۴۳۷ھ، ۲۰۱٦